عالمی استعماری کیمپ

آج دنیا دو مخالف کیمپوں ـــــ سرمایہ داری اور اشتراکیت ـــــ میں بٹی ہوئی ہے اور دونوں ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہیں۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک دنیا پر بلاشرکت غیرے تسلط جمانا چاہتا ہے۔ اور عالمی منڈیوں اور اہم جنگی مقامات پر قبضہ کرنے کا زور مند ہے۔ مگر اپنے تمام اختلافات کے باوجود ان دونوں میں ایک قدر مشترک پائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں کا نقطۂ نظر استعماری ہے۔ اور دونوں یکساں طور پر اقوام عالم کو اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ دونوں اس بات کے لئے کوشاں ہیں کہ وہ زیادہ سے زیادہ انسانی اور مادی ذرائع و وسائل پر قابض ہو جائیں۔ دوسرے انسانوں کی حیثیت ان کی نگاہوں میں بے زبان حیوانوں سے زیادہ نہیں سمجھیں وہ اپنی اصطلاح میں عددی قوت Man Power کہتے ہیں) یا پھر وہ محض آلاتِ کار ہیں۔ جنکی بدولت وہ اپنے ان مذموم مقاصد کی تکمیل کر سکتے ہیں۔

تیسرا بلاک

اگر دنیائے اسلام استعمار کے اس وحشیانہ غلبہ و قہرمانی کے خلاف متحد ہو جائے تو بین الاقوامی سیاستوں اور ریشہ دوانیوں کی جس سے امن عالم کو شدید خطرات ہیں۔ مؤثر طور پر روک تھام ہو سکتی ہے۔ مسلمان ممالک اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کر لیں تو وہ بڑی آسانی سے تیسرا ـــــ مسلم بلاک ـــــ بن سکتے ہیں۔ اگر اسطرح کا کوئی بلاک وجود میں آجائے۔ تو وہ عالمی سیاست میں مرکزی اہمیت کا حامل بن سکتا ہے۔ کیونکہ جغرافیائی نقطہ سے یہ مسلمان ممالک نئی اور پرانی دنیا کے بین وسط میں واقع ہیں۔ اپنی اس جغرافیائی پوزیشن کی بدولت مسلمان ممالک اپنے قومی و ملی مفاد کے پیش نظر بلاروک

Marfat.com

ٹوک جس کیمپ کے ساتھ چاہیں گے۔ ملیں گے اور مشرقی یا مغربی استعمار کا آلہ کار بننے کے
بجائے وہ اپنے حقیقی مفادات کے لئے مشترکہ جدوجہد کر سکیں گے۔

انسانیت کی واحد امید

اسلام انسانیت کی واحد امید ہے اور اسی سے اسکا مستقبل وابستہ ہے۔ موجودہ نظریاتی کشمکش میں نظریۂ اسلام کی کامیابی ہی انسان کی نجات کی ضامن بن سکتی ہے۔ مگر اسلام کی اس قدر اہمیت کے باوصف اس کا حصول بھی محض فریبِ نظر یا ناممکن الحصول نہیں آج اسلامی نظام کا قیام اس طرح ممکن ہے جسطرح پہلے تھا۔ بشرطیکہ وہ تمام لوگ جو کے دائرے میں داخل ہیں۔ اور اب تک محض زبان سے اسکی اطاعت کا دم بھرتے رہے ہیں آج ہی یہ عہد کرلیں۔ کہ وہ اسلام کو دنیا پر غالب و کامران کئے بغیر چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ تو اسکے لئے انہیں کسی بیرونی طاقت کی مدد کی ضرورت بھی انشاء اللہ نہیں پڑے گی مگر جدید انسان کے لئے اسلام کی فتح کا مطلب ہوگا۔ ہر لحظہ سر پر منڈلانے والے عالمگیر جنگ کے خطرہ کا خاتمہ، اعصابی عوارض، بیماریوں اور نفسیاتی تناؤ کا سدِ باب بالفاظ دیگر ——— مسرتوں، خوشیوں اور امن و چین سے بھرپور خوشگوار زندگی

ایک اعتراض کا جواب

ممکن ہے یہ بات سن کر کہ اسلام انسان کی آزادی اور امن و سکون کا پیغام ہے۔ بہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال ابھرے کہ پھر اسلام خود مسلمانوں کو ان ظالم اور آمروں کے تسلط سے کیوں نجات نہیں دلاتا۔ جنہوں نے آج ساری دنیائے اسلام آزادی سے محروم کرکے پابہ جولان کر رکھا ہے۔ اور جو اسلام کے نام پر مسلمانوں تسخیر کا تختہ مشق بنا رہے ہیں۔ اسکا مختصراً جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ صحیح ہے

Marfat.com

آمرین مطلق اسلام کا نام استعمال کرتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کی حکومتوں میں اسلام کو کوئی اختیار یا مقام حاصل نہیں ہے۔ اور نہ انکی زندگیوں میں یا انکے گرد و پیش اسکی کوئی جھلک ہی نظر آتی ہے۔ یہ نام نہاد مسلمان اس گروہِ انسانی سے تعلق رکھتے ہیں۔ جسکے متعلق خود اللہ جلشانہ کا ارشاد ہے کہ "جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں۔ وہی ظالم ہیں" (۵:۴۴)

یہ مسلمان آمر جس اسلام کی طرف ہم کو بلاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ اسکو اپنی زندگیوں میں رہنما بنائیں۔ اسکا اس "اسلام" سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ جس کو شرقِ جدید کے یہ مسلمان حکمران اپنانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان حکمرانوں کے دلوں میں قانون ربانی کا کوئی احترام یا لحاظ نہیں پایا جاتا۔ وہ جب چاہتے ہیں۔ اسکے احکام و قرامین کو پس پشت ڈال کر من مانی کرنے لگتے ہیں۔ اور اس میں ذرہ بھر بھی حجاب محسوس نہیں کرتے۔ اپنے معاملات زندگی میں انہیں اس سے روشنی اور ہدایت لینے کی کبھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ نہ ان کی وفاداریاں صرف اسی کیلئے خاص ہیں۔ وہ جہاں اپنے حسب منشاء کوئی چیز پاتے ہیں۔ اسکو اختیار کر لیتے ہیں۔ خواہ یہ یورپ کے کسی ملک کے انسانی قوانین ہوں۔ یا شریعت کے احکام۔ اور جو چیز ان کی خواہشات اور مصلحتوں کے خلاف پڑتی ہے۔ اسکو اٹھا کر پرے پھینک دیتے ہیں۔ یہ لوگ نہ انسان کے وفادار ہیں۔ نہ خدا کے۔ وہ انسان اور خدا دونوں سے زیادتی اور گستاخی کے مجرم ہیں۔ کیونکہ انکا معیارِ رد و قبول حق و صداقت نہیں ہے بلکہ ذاتی مصلحتیں اور حرص و ہوا ہے۔

ہم جس اسلام سے آشنا ہیں۔ وہ مغرور بادشاہوں اور خود سر و جابر مستبد

Marfat.com

حکمرانوں کے وجود کو بھی برداشت نہیں کرتا۔ یہ ان کو بھی اسی طرح خدائی قانون کے شکنجے میں کس کر رکھتا ہے۔ جیطرح عام لوگوں کو۔ اور جو اسکے لئے تیار نہ ہوں تو انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیتا ہے۔ جس پر خود قرآن اور تاریخ شاہد عدل ہے۔

اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کوئی آمر اپنے جیسے دوسرے انسانوں پر خدا اور اسکے رسولؐ کی مرضی کے خلاف اپنا بنایا ہوا قانون ٹھونسنے کی کوشش کرے۔ اسلام کی حکومت میں حکمران، خدا اور خلق دونوں کے سامنے جواب دہ ہوتا ہے۔ اسلامی ریاست اپنے شہریوں کو نہ صرف اپنے اندر کے جابر اور مستبد حکمرانوں کے شر سے محفوظ رکھتی ہے بلکہ بیرونی جارحیت سے بھی انکا دفاع کرتی ہے۔ خواہ یہ جارحیت سامراجی استحصال کی صورت میں ظاہر ہو یا کوئی اور صورت اختیار کرلے۔

مغرب کی ترقی کی حقیقت

اس میں کوئی شک نہیں کہ جدید مغرب نے سائنس کے میدان میں بے پناہ کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ مگر انسانیت کے میدان میں یہ ہنوز انتہائی پسماندہ اور وحشی ہے۔ سائنس نے اسے مادی خوشحالی عطا کی ہے۔ مگر اچھے انسان نہیں دیئے۔ جسکی وجہ سے انسانیت کا ارتقار رک سا گیا ہے۔ دل اعلیٰ انسانی قدروں کے احترام سے خالی ہیں (جدید تہذیب نے روح سے زیادہ مادہ پر زور دیا ہے) اور روحانیت کے مقابلہ میں محسوسات کو ترجیح دی ہے۔ جسکا نتیجہ اب یہ نکلا ہے کہ افراد بلند اجتماعی مقاصد کی بجائے اپنے ذاتی عیش و آرام اور خود غرضانہ مقاصد کے حصول کو زیادہ اہم سمجھنے لگے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جدید انسان جسمانی لذتوں کی تلاش ہی میں سرگرداں نظر آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت حال کو انسان کی ترقی یا انسانیت کا ارتقاء نہیں کہا جا سکتا

Marfat.com

کیونکہ انسان کی یا انسانیت کی ترقی کا مطلب صرف مادی اور سائنسی ترقی ہی نہیں ہے ہے۔ بلکہ محسوسات اور حیوانی خواہشات کے غلبہ سے کامل آزادی بھی اسکے مفہوم میں شامل ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں اسلام ہماری دستگیری کرتا ہے۔ کیونکہ صرف وہی انسانیت کو حقیقی ترقی دار تقار سے ہمکنار کر سکتا ہے۔

حقیقی ترقی کا پیمانہ

تیز رفتار طیارون۔ ایٹم بموں۔ ریڈیو اور روشن برقی قمقموں کو ترقی نہیں کہہ سکتے۔ ان کو ترقی کے مترادف قرار دینا غلط بینی ہے اور بس۔ کیونکہ یہ چیزیں ترقی کو ماپنے کا کوئی انسانی پیمانہ ہمیں دینے سے یکسر قاصر ہیں اگر حقیقی ترقی کو معلوم کرنا ہے تو یہ دیکھئے کہ کیا انسان کو اپنی حیوانی خواہشات اور جذبات پر کامل قابو حاصل ہے۔ یا وہ ان کے ہاتھوں ابھی تک کھلونا بنا ہوا ہے؟ اگر انسان اب بھی اپنی خواہشات نفس کے سامنے بے بس اور عاجز ہے۔ اور وہ ان سے اوپر اٹھ کر کوئی بات سوچ ہی نہیں سکتا۔ تو سمجھ لیجئے کہ انسان حقیقی ترقی سے ابھی کوسوں دور ہے اور بحیثیت انسان اس کی حالت علم و فضل اور سائنس کے میدانوں میں ان تمام خیرہ کن کامیابیوں کے باوجود قابل رحم ہے۔ کجا کہ اسکو ترقی یافتہ اور کامیاب قرار دیا جائے۔

ترقی کا یہ معیار مذہب اور اخلاقیات کا خود ساختہ اور خانہ ساز معیار نہیں ہے۔ جسکو کہیں باہر سے لاکر انسان پر ٹھونس دیا گیا ہو۔ یہ محض واہمہ بھی نہیں بلکہ واقعہ ہے اور اسکی صداقت پر خود تاریخ گواہ ہے۔ جو ہمیں بتاتی ہے۔ کہ اسکی جڑیں فطرت انسانی اور حقیقت نفس الامری میں پیوست ہیں چنانچہ یہ ایک اٹل تاریخی حقیقت ہے کہ اس اخلاقی اور انسانی معیار کو چھوڑ کر جب کوئی قوم عیش و عشرت

Marfat.com

میں مبتلا ہوئی ۔ تو پھر وہ کبھی اس قابل نہ ہو سکی ۔ کہ اپنی سابقہ قوت و عظمت ، وقار اور دبدبے کو قائم رکھ سکے ۔ اور انسانیت کے مجموعی ارتقار اور فلاح میں کوئی کارنامہ سرانجام دے سکے ۔ قدیم یونان ہو ۔ یا ایران ۔ رومن ایمپائر کی تباہی ہو ۔ یا عہدِ عباسیہ کے اواخر میں خود مسلمانوں کی سطوت و عظمت کا زوال ۔ ان سب میں اسی عیاشی اور لذت کوشی کے تباہ کن اثرات کارفرما نظر آتے ہیں ۔ دورِ جدید کی تاریخ میں عیاش فرانسیسی قوم کے اس شرمناک کردار کو کون بھلا سکتا ہے ۔ جو دوسری جنگ عظیم میں اس نے پیش کیا ؟ دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالنے میں اس قوم نے ذرا بھی تاخیر نہ کی ۔ بلکہ ایک ہی ہلہ میں اسکے سامنے سرنگوں ہو گئی ۔ اور دشمن کا ایک وار بھی نہ سہہ سکی ۔ کیونکہ اسکے افراد کو اپنے ملک و وطن کے دفاع سے کہیں زیادہ اپنی جان و مال اور ذاتی آرام و آسائش کی پڑی ہوئی تھی ۔ اپنی قوم کی عظمت رفتہ اور اسکی شہرت و نیک نامی سے انہیں زیادہ انہیں اسبات کی فکر کھائے جا رہی تھی کہ جس طرح بھی بن سکے ، انکا دار الحکومت پیرس اور اسکے ناچ گھر دشمن کی بمباری سے بچ جائیں ۔

غرضکہ اپنی تمام تر ترقیوں اور کامرانیوں کے باوجود سائنس ، جو دورِ جدید کے خدا کی حیثیت رکھتی ہے ، ابھی تک اس قابل نہیں ہو سکی کہ فطرتِ انسانی میں کوئی بنیادی تغیر و اصلاح رونما کر سکے ۔ کیونکہ خود سائنس بھی خدائی قانون کا ایک جزو ہے ۔ وہی خدا کا قانون ، جو حالات و واقعات سے آزاد اور ان سے برتر ہے :-

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا ج سو تم اللہ کے دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پاؤ گے ۔

اگرچہ دوسرے باطل خداؤں کے قانون ہر روز بدلتے رہتے ہیں ۔

Marfat.com

امریکہ اور ترقی

بعض ناواقف کہتے ہیں کہ امریکہ کے لوگ دنیاوی لذات اور محسوسات میں غرق ہیں۔ مگر اس کے باوجود انہیں دنیا میں قوت اور شوکت حاصل ہے اور مادی پیداوار کے لحاظ سے ان کا ملک دنیا میں بلند ترین مقام پر فائز ہے۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ مادی اور روحانی لحاظ سے امریکہ اقوام عالم کی برادری میں ابھی ایک نوجوان قوت ہے۔ مگر جوانی میں اکثر پوشیدہ امراض دبے رہتے ہیں۔ اور بظاہر انکی کوئی علامات نظر نہیں آیا کرتیں۔ کیونکہ معاشرتی نظام میں ابھی اتنی قوت مدافعت موجود ہوتی ہے۔ کہ وہ مختلف امراض کی بیرونی علامات کو نمایاں ہونے ہی نہ دے۔ مگر دیدہ بینا اس قسم کے کسی معاشرے کی ظاہری صحت مندی اور چمک دمک سے دھوکا نہیں کھا سکتی اور نہ دلکش اور دلفریب ظاہری پردہ میں پنہاں مہلک امراض کے آثار و علامات اس سے اوجھل رہ سکتے ہیں۔ یہ حقیقت کہ اخلاقی لحاظ سے امریکہ کی حالت مغرب کی دوسری قوموں سے کچھ بھی بہتر نہیں۔ مندرجہ ذیل خبروں سے بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔

پہلی اخباری اطلاع کے مطابق امریکہ کی وزارت خارجہ نے اپنے تینتیس ۳۳ ملازموں کو قابل اعتراض اخلاقی چال چلن اور اپنے ملک کے راز دشمنوں پر افشا کرنے کے الزام میں ملازمت سے برطرف کر دیا ہے۔ دوسری خبر یہ ہے کہ اسوقت تک امریکی فوجی بھگوڑوں کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تک پہنچ چکی ہے۔ امریکی فوج کی مجموعی عددی قوت کو سامنے رکھا جائے تو بھگوڑوں کی یہ تعداد خاصی بڑی معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ امریکی قوم ابھی اپنے عالم شباب سے گزر رہی ہے۔ اور عالمی قیادت اور بالادستی کے خواب دیکھ رہی ہے۔ ان کے علاوہ جس تیزی سے بھنگ۔ چرس اور افیون کا دور وہاں چل رہا ہے اور جرائم کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے ان سے سمت کا بآسانی تعین کیا جا سکتا ہے کہ ہوا کا رخ کدھر

ہے۔ مگر یہ تو محض ابتدا ہے اگر امریکی قوم زندگی کے بارے میں اپنی موجودہ مادہ پرستانہ روش سے باز نہ آئی تو اسکا انجام بھی بالآخر لازماً وہی ہو کر رہے گا۔ جو اس جیسی پہلی قوموں کا ہو چکا ہے کیونکہ یہی اٹل قانونِ فطرت ہے۔ جس سے تاریخ بھری پڑی ہے۔

امریکی تصویر کا تاریک پہلو

مندرجہ بالا حقائق سے امریکی تصویر کا صرف ایک ہی رخ نمایاں ہوتا ہے۔ اگر آپ اسکے دوسرے رخ میں جھانک کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اپنی مادی پیداوار۔ جوانی اور بے پناہ وسائل و ذرائع کے باوجود امریکی قوم اعلیٰ اخلاقی قدروں اور اصولوں کے میدان میں خطرناک حد تک بانجھ ہو چکی ہے۔ کیونکہ من حیث القوم وہ سراسر مادی لذّات اور خواہشات میں ڈوبی ہوئی ہے اور اب تک خالص حیوانی سطح سے اوپر اٹھ کر مسائل کا جائزہ لینے کی توفیق اس کو شاذ و نادر ہی ہوئی ہے۔ سیاہ فام امریکیوں سے جو انسانیت سوز اور وحشیانہ سلوک امریکہ میں روا رکھا جاتا ہے۔ وہ امریکی قوم کی اس پست اور قابل رحم اخلاقی حالت کا آئینہ دار ہے۔ انسانیت پر حیوانیت کا اس قدر غلبہ کہ انسان بس اس کی تسکین، بلکہ پرستش میں لگ جائے۔ انسانیت کی تذلیل ہے۔ جس کی موجودگی میں وہ کبھی ترقی و ارتقاء کی منازل طے نہیں کر سکتی۔

نیکی اور بھلائی کی راہ

آج کی دنیا کی یہ تصویر بہت تاریک ہے۔ مگر نجات کی راہ اب بھی باقی ہے۔ اور وہ ہے اسلام کی راہ جس طرح تیرہ صدی پہلے اس نے انسان کو حیوانی خواہشات کے تسلط سے آزادی عطا کی تھی اسی طرح آج بھی وہی انسانیت کی دست گیری کر سکتا ہے۔ اور اس کو خواہشات نفس کے غلبہ سے چھٹکارا دے کر اسکو اس قابل بنا سکتا ہے کہ وہ اپنی روحانی سطح کو بلند

Marfat.com

سے بلند تر کرنے میں اپنے دل و دماغ کی تمام قوتیں کھپا دے۔ تاکہ زندگی کا دامن نیکیوں اور بھلائیوں سے بھر جائے۔ اور ہر طرف انہی کا چرچا ہو۔

ممکن ہے یہ باتیں سن کر بعض لوگ کہہ اٹھیں کہ اسلام کا احیاء اب ایک امر محال ہے اور دور جدید کے تازہ خداؤں سے گلو خلاصی کی کوششیں بے سود ہیں۔ مگر ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جس طرح ماضی میں اسلامی نظام کے عملی قیام سے ثابت ہو چکا ہے کہ نسل انسانی اس کی رہنمائی میں حیوانیت کو شکست دے سکتی ہے۔ اسی طرح اب بھی اس تاریخی حقیقت کا اعادہ ممکن ہے۔ کیونکہ فطرت انسانی میں بنیادی طور پر کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ یہ جیسی پہلے تھی۔ اب بھی جوں کی توں ہے۔ اسلام جب آیا تھا تو دنیا کی اخلاقی اور دینی حالت ویسی ہی پست تھی۔ جیسی کہ اب ہے۔ قدیم و جدید پستیوں میں سوائے مظاہر کے اور کوئی فرق نہیں ہے۔ قدیم اخلاقی بے راہ روی میں اور جدید لندن۔ پیرس اور امریکہ کے شہروں میں سے کسی طرح بھی پیچھے نہ تھا۔ اسی طرح قدیم ایران جنسی انارکی کا اسی طرح شکار تھا۔ جس طرح آجکل کے اشتراکی ممالک اس کا شکار ہیں۔ چنانچہ یہی وہ تاریخی پس منظر تھا جس میں اسلام دنیا میں آیا، اس نے آتے ہی اپنے زیر اثر دنیا کی اخلاقی حالت میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اس کو قعر مذلت سے اٹھایا۔ زندگی کو ایک اعلیٰ نصب العین سے روشناس کیا۔ عمل و حرکت سے سرشار کیا۔ نیکی و صداقت کی راہ میں جہاد کا جذبہ بلند و بیدار کیا۔ اور انسانیت کو ترقی و خوشحالی سے ہمکنار کیا۔ اور ایک ایسی علمی اور روحانی تحریک کو جنم دیا، جو عرصہ دراز تک مشرق و مغرب پر چھائی رہی۔ اس کے نتیجے میں دنیا ایک عظیم فکری انقلاب سے روشناس ہوئی۔ اور دنیائے اسلام روشنی۔ ہدایت اور ترقی کا منبع بن گئی جس سے ایک

Marfat.com

طویل عرصہ تک انسانیت کسب نور و ہدایت کرتی رہی۔ اپنی عظمت و برتری کے اس طویل دور میں دنیائے اسلام مادی۔ علمی یا روحانی لحاظ سے کبھی دوسروں سے پیچھے نہیں رہی۔ کیونکہ اسلام انحلاقی بے راہ روی۔ جنسی انتشار اور الحاد کی اجازت نہیں دیتا، اور انہیں ابھرنے کا موقع دیتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس عرصہ میں نیکی و شرافت اور انسانی جدد جہد کے تمام دوسرے دوائر میں مسلمانوں کو اقوام عالم کی رہنمائی کا منصب حاصل رہا اور ان کی زندگیاں دوسروں کے لئے نمونے کی زندگیاں بن گئیں۔ یہ دور آج بھی واپس آسکتا ہے۔ بشرطیکہ ہم حقیقی خدا کے بتلائے ہوئے راستہ پر خلوص سے گامزن ہو جائیں۔

ایک مکمل نظام حیات

یہ کہنا غلط ہے کہ اسلام محض ایک روحانی عقیدہ ہے یا صرف اخلاقیات کا نظام ہے۔ یا زمین و آسمان کے بارے میں محض ایک علمی جستجو کا نام ہے۔ نہیں۔ بلکہ اسلام زندگی کا ایک عملی نظام ہے اور اس دنیا کے تمام گوشوں اور جملہ مسائل پر حاوی ہے۔ اور ان کا کوئی پہلو اسکی گرفت سے آزاد نہیں۔ وہ انسانی زندگی کے تمام تعلقات و روابط کو منضبط کرتا ہے۔ خواہ یہ مسائل سیاسی ہوں۔ اقتصادی ہوں یا معاشرتی۔ اور ان کے لئے موزوں ضابطے اور قواعد مرتب کرکے انہیں عملاً نافذ کرتا ہے۔ اسلام کے اس کارنامے کی نمایاں ترین خوبی یہ ہے کہ اس طرح سے فرد اور اجتماع، عقل اور وجدان، عمل اور عبادت، زمین اور آسمان اور دنیا و آخرت کے درمیان منفرد نوعیت کی ہم آہنگی اور توازن پیدا ہو جاتا ہے۔ اور زندگی کے یہ گوناگوں پہلو، ایک ہی تناسب کل کے اجزا بن جاتے ہیں۔

Marfat.com

(۱۴)

مُسلمان اور عصرِ حاضر کا چیلنج

(ڈاکٹر برہان احمد فاروقی)

چیلنج کا نعرہ

عصرِ حاضر کے چیلنج کا نعرہ یہ ہے کہ :-

"قرآن سے وہ رہنمائی میسّر نہیں آتی جو اس زندگی میں ترقی کرنے کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے جب تک مسلمان جدید مغربی تہذیب کی پیروی نہ کریں۔ ان کا مستقبل تاریک ہی رہے گا۔"

اس نعرے کی حقیقت

یہ تو چیلنج کا صرف نعرہ ہے۔ اس نعرے کی حقیقت یہ ہے کہ جب سے پی اے سوروکن، آسولیڈ اسپنگلر ٹوائن بی اور برٹرینڈرسل نے یہ کہا ہے کہ :-

"مغربی تہذیب تباہی کو پہنچ چکی ہے اب اس کا بچنا ناممکن ہے۔"

جدید مغربی تہذیب کے ادنیٰ درجے کے محافظوں کا خیال یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کا اعتماد اپنی تہذیب کے بارے میں متزلزل رہے تو یہ دم توڑتی ہوئی مغربی تہذیب کچھ دن اور باقی رہ سکتی ہے۔

اس لئے وہ مسلمانوں کو یہ باور کرائے رکھنا چاہتے ہیں کہ ان کا مستقبل اسلام سے نہیں مغربی تہذیب سے وابستہ ہے۔ مسلم معاشرے کی حالت یہ ہے کہ اس میں ایک شگاف پڑ گیا ہے۔ ایک طرف نام نہاد راسخ العقیدہ ذہن ہے۔ جس کی خصوصیات یہ ہیں کہ وہ یقین و اعتماد سے عاری ہے۔ قرآن مجید کو صحف ماسبق کی تمثیل پر قیاس کرتا ہے اور قرآن کو صرف قانون کا ماخذ سمجھتا ہے۔ مگر اقتدار سے

Marfat.com

محروم ہونے کے بعد سے یہ قانون سازی بے اثر ہوگئی ہے۔ پھر بھی قانون سازی ہی سے زندگی کی اصلاح کی توقع رکھتا ہے حالانکہ اصلاح کسی ولولہ انگیز نصب العین کے حوالے سے ہوتی ہے جس کے حاصل ہونے کا تعین ضروری ہے کیونکہ بغیر یقین کے حصول نصب العین کے لئے جدوجہد نہیں ہو سکتی۔

دوسری طرف نام نہاد جدید ذہن ہے جو فکر جدید کے تقاضوں سے اسلام کو معذرت کوشی کے انداز میں سازگار بنا کر اسلام سے اپنی وابستگی کا جواز پیدا کرتا ہے اور زندگی کے تقاضے جدید مغربی تہذیب کی پیروی سے پورے کرنا چاہتا ہے اور اس چیلنج کی حقیقت کو سمجھ کر اس کا جواب دینے سے عاجز ہے۔ اس عجز کی اصل وجہ اسلام کی نتیجہ خیزی کے بارے میں اس کی بے یقینی ہے اور بے یقینی کی بنیاد شکست خوردگی ہے

تعین کیسے حاصل ہوتا ہے

دراصل یقین کی حیثیت تیراکی کے فن کی سی ہے جب کوئی شخص پانی میں کود کر ڈوبنے اور تیرنے کی کش مکش میں پڑ کر تیرنے میں کامیاب ہوتا ہے تو تیراک بنتا ہے اور حق و باطل کی کشمکش میں پڑ کر باطل پر غالب آتا ہے تو اس کا یہ اعتماد بحال ہوتا ہے کہ حق غالب ہی آنے کے لئے ہے مگر جب تک حق و باطل کی کش مکش غلبہ حق کی صورت میں اتمام کو نہ پہنچے نہ تو باطل کے وجود کا انکار ہو سکتا ہے نہ اس کے مؤثر ہونے کا۔

زوال سیرت اور قانون سازی

تاریخ اسلام میں جب پیغمبرانہ اخلاقی تعلیم کا اثر زائل ہونے لگا تو زوالِ سیرت کا علاج قانون سازی کے ذریعہ کرنے کی سعی کی گئی جو اسلامی ولولہ فتوحات کی بنیاد پر پیدا ہوتا اور یقین نتیجہ خیزی کے مشاہدے سے پیدا ہوتا رہا۔ مگر جب ایک تاریخی حادثے کے طور پر یہ تقسیم کار وضع ہوئی کہ اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت سلاطین کے ذمے، قانون سازی علماء کے ذمے اور سلاطین کی نوازشات کی بدولت علماء نے شریعت کے بجائے تشر

Marfat.com

یعنی لفظ قانون کی پیروی کا نقطہ نظر اختیار کیا تو وہ خلوص جو احکام شرع کی بجا آوری کے لیے ضروری تھا ضائع ہوگیا۔ قانون سازی رسم و رواج کی بنیاد پر کی گئی تو غلامی کو دوام و استمرار حاصل ہوگیا اور باندیوں سے جنسی تمتع کا جواز پیدا ہوگیا۔ اصحاب طریقت نے اتباعِ شریعت میں خلوص پیدا کرنے کے لیے جدوجہد کی تو صوفیا کے ذریعہ تزکیہ اور روحانی اصلاح ہوتی رہی مگر جب سلاطین اقتدار سے محروم ہوتے اور اسلامی قانون قوت نافذہ سے محروم ہوا تو علماء اور صوفیا دونوں بے بس ہوگئے۔

بے یقینی کا سبب

جب یہ مشاہدہ کیا گیا کہ عقائد اور عبادات کی حفاظت کے لئے جان کی بازی لگانے والے غلامی کے لئے مختص کر دیئے گئے اور تقویٰ شکن مستعماراتی نظام کو اقتدار دیدیا گیا تو مذہبی ذہن نے اپنی ناکامی کی صحیح توجیہہ نہ کر سکنے کی بنا پر اپنی ناکامی کا سبب اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کو قرار دیا اور اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا کہ مذہبی ذہن بے جان عقائد، مردہ رسوم، فرقہ پرستانہ آرزوؤں اور مفاد پرستانہ گروہ بندیوں کو پیغمبرانہ راہِ حق پرستی سمجھتا رہا اور اب بھی یہی سمجھتا ہے۔ اسی لئے ناکام ہے اور دشمنوں کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہوتا اور ناکامی کی بنا پر بے یقینی میں مبتلا رہتا ہے۔

دورِ حاضر کی خصوصیت

یہ دور کافرانہ یقین اور مومنانہ بے یقینی کی کش مکش کا دور ہے کیونکہ ایک اشتراکی اپنے طریق کار کے نتیجہ خیز ہونے کا یقین رکھتا ہے اور فرقہ پرست مسلمان اپنے طریق کار کی نتیجہ خیزی سے مایوس ہو چکے ہیں مگر اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لینے کے لئے تیار نہیں۔ تمام مذہبی گروہ چند مابعد الطبعی عقائد چند اخلاقی اسباق چند معاشرتی اصولوں، چند تمدنی ضوابط چند عدالتی قوانین اور چند رسوم و ظواہر ہی کو دین کامل سمجھتے ہیں اور یہ جانتے ہوئے کہ دین کامل کا یہ تصور دلوں کو نہیں گرماتا۔ مذہبی ذہن یہ غور کرنا بھی پسند نہیں کرتا کہ عقائد

Marfat.com

اور اخلاقی اسباق اور تمدنی ضوابط اور عدالتی قوانین اور معاشرتی اصول اور رسوم و
ظواہر زندگی پر اثر انداز کیوں نہیں رہے۔ اس کا ردِ عمل سیکولر ذہن پر یہ ہے کہ نظام
حیات سیکولر لازم ہی ہے۔ تو فرقہ پرستیاں بھی انفرادی زندگی کا مسئلہ ہی رہیں
گی اور مسائل زندگی سیکولرازم ہی سے حل ہوتے رہیں گے۔ حالانکہ سیکولرازم سے
کوئی مسئلہ حل نہ ہوگا۔ امن کی آرزو کے تحت جنگ میں پہل نہ کی جاتے تو جو مسائل
جنگ ہی سے حل ہوتے ہیں کبھی حل نہ ہوں گے۔ جنگ میں دفاعی نقطۂ نظر اختیار کر کے
خودکشی ہی ہوتی رہے گی۔ جغرافیائی بنیاد پر عمرانی وحدت کے شعور سے بین الاقوامی
سطح پر عناد ہی پرورش پاتا رہے گا۔ معیشت میں عدل اس لئے پیدا نہ ہو سکے گا۔
کہ معاشی تخلیق کی جدوجہد میں تعطل کو رفع کرنے کی ذمہ داری کسی پر متعین ہی نہ ہو سکے
گی۔ سیاست میں سیاسی تناقص رفع نہ ہونے کی وجہ سے سیکولرازم کے تحت
ہمیشہ مستبد نظام ہی بروئے کار آتا رہے گا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ نہ حکومت قوم کی متصور ہو
سکے گی۔ کیونکہ پارلیمانی جمہوریت کی رو سے وہ صرف حزب اقتدار کی حکومت ہوگی اور
نہ قوم حکومت کی متصور ہوگی اور مسلمانوں کے اس حال سے فائدہ اٹھا کر اسلام کے
دشمن مسلمانوں کو بے یقینی میں مبتلا رکھ کر اسلام سے بدگمان کرتے رہیں گے۔

ایشیائی اسلامی کانفرنس کی اصل مسئلہ سے بے نیازی

کراچی میں جو آل ایشیا اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی تھی اس کے خطبۂ استقبالیہ میں محترم جنرل ضیاء الحق صاحب نے تین سوال بیان کئے تھے جو دشمنان اسلام طنزاً مسلمانوں پر کرتے ہیں۔ سوالات یہ تھے:۔

- اگر اسلام واقعی اتنا عظیم ضابطہ حیات ہے جو مسلمانوں کو اس دنیا میں اور اگلی دنیا میں سرخروئی مہیا کرتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ مسلمان آج دنیا میں دوسروں کے محتاج اور ان کے زیر اثر ہیں۔

Marfat.com

- اگر اسلام کے بتائے ہوئے اصول بہترین اصول ہیں تو خود مسلمان ان پر عمل کیوں نہیں کرتے ؟
- اگر بنی نوعِ انسانیت کی نجات اسلام اور اسلامی اصولوں پر قائم کئے ہوئے معاشرے میں ہے تو کیا وجہ ہے کہ مسلمان ممالک ایسا معاشرہ اپنے ہاں قائم نہیں کرتے ؟

محترم جنرل ضیاالحق صاحب کا مقصد ان سوالات کو خطبۂ استقبالیہ میں بیان کرنے سے یہ تھا کہ مندوبین کانفرنس ان سوالات کا جواب دیں گے مگر کسی مندوب کو ان سوالات کا جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی ۔ اور ہمارے فرقہ پرستوں کے نمائندے بھی ان مسائل کی طرف اس لئے متوجہ نہ ہو سکے کہ ان کی فکری بنیادیں کھوکھلی ہو چکی ہیں اور ہمارے وہ افراد جنہیں کانفرنس میں مدعو کیا گیا تھا ۔ وہ خود اسلام کو ان اعتراضات کا ہدف سمجھتے ہیں ۔ اس لئے ان کی طرف سے ان سوالات کا جواب دینے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔

فکری بنیادوں کے کھوکھلے پن کا علاج

فکری بنیادوں کے کھوکھلے پن کو رفع کرنے اور اسلام کے باب میں اپنے اعتماد کو از سرِ نو بحال کرنے کی شرط یہ ہے کہ پہلے ہم اپنے دینی فکر کا جائزہ لیں کہ وہ کن مراحل سے گزر کر اس حال کو پہنچا ہے کہ بے نتیجہ ہو کر رہ گیا ہے ۔ پھر اپنے فکر کے بے نتیجہ ہو جانے سے مایوس ہو کر ہم جن غیر اسلامی افکار و نظریات سے اپنے مسائل حل کرنے کی طرف متوجہ ہوئے ان کا تنقیدی جائزہ لیں ۔

پھر علم بالوحی سے اپنے مسائل بغیر تعبیر کے بغیر تفسیر کے بغیر تاویل کے براہِ راست قرآنی سے حل کر کے علم بالوحی کی نتیجہ خیزی کی نسبت اپنا اعتماد جو متزلزل ہو چکا ہے ۔ اسے بحال کریں تب ہی اس چیلنج کا جواب دے سکیں گے جسے ہم نے اپنی بے یقینی کی بنیاد پر چیلنج سمجھ لیا ہے ۔ حالانکہ وہ چیلنج نہیں صرف ایک نعرہ ہے ۔

قرآن اور انسانی ذہن کے زائیدہ علوم کی حاجتمندی

قرآن مجید کے ان تمام دعاؤں کے باوجود اس نے اپنے بارے میں کہتے ہیں اور قرآنی وحی کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک زیر زبر کے محفوظ ہونے کے باوجود اگر انسانی ذہن کے زائیدہ معلوم اور انسانی تجربات کی حاجتمندی ختم نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ قرآن سے ایسی کوئی رہنمائی میسر نہیں آتی جو انسانی استعداد کے زائیدہ علوم اور تجربات سے بے نیاز کر دے۔ قرآن مجید کے باب میں اس بے یقینی کو ہم تسلیم کریں یا نہ کریں مگر واقعہ یہی ہے کہ ہم بے یقینی میں مبتلا ہیں۔

اس بے یقینی کی وجہ یہ ہے کہ قانون ساز مذہبی ذہن قرآن مجید کو صرف اصول مہیا کرنے والی کتاب سمجھ کر ہدایت اپنی تعبیر کو سمجھتا ہے۔ کیونکہ قانون سازی میں رہنمائی طلب کرنے کے علاوہ قرآن سے کوئی اور تمنا اس لیے نہیں کر سکا کہ اس نے قرآن کو خود اس کے اپنے دعوؤں کی روشنی میں سمجھنے کی بجائے صحف ماسبق کی تمثیل پر قیاس کر کے اسے صرف قانون کا ماخذ اس انداز سے مانا ہے کہ قانون سازی میں قرآن کی کمی حدیث سے، حدیث کی کمی اجماع صحابہ سے، اجماع کی کمی قیاس سے اور قیاس کی کمی اجتہاد نو سے پوری کی جاتی ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ انسانی ذہن کے زائیدہ علوم کی حاجت مندی ختم نہیں ہوتی۔

علم سائنسی اور انسانی علم میں امتیاز

انسانی علم اس استعداد کی نشوونما کا نتیجہ ہے جس کے ودیعت کیے جانے کا اشارہ علم ادم الاسماء کلھا میں موجود ہے جو انسانی تجسس کا نتیجہ ہے۔ جس کی نشوونما اس لئے اتمام کو نہیں پہنچی کہ نشوونما "اقدام و خطا" سے ہوتی ہے اور قرآنی وحی کا علم، وہ علم ہے جس کی احتیاج انسانی استعداد کے زائیدہ

Marfat.com

علم سے پوری نہیں ہو سکتی۔

انسانی علم اور علم بالوحی میں امتیاز یہ ہے کہ :-

- علم بالوحی کا موضوع نصب العین ہے اور انسانی علم کا موضوع حقیقت ہے۔
- علم بالوحی کا مسئلہ یہ ہے کہ نصب العین حاصل کیسے ہوگا اور انسانی علم کا مسئلہ یہ ہے کہ حقیقت کیا ہے ؟
- علم بالوحی عمل کا علم ہے جس کا بنیادی تصور "اختیار" ہے اور انسانی علم حقیقت کا علم ہے جس کا بنیادی تصور "جبر" ہے۔
- علم بالوحی کے مضمرات یہ ہیں کہ نصب العین کے حصول کی جدوجہد میں مزاحمت کی مزاحمت سے نصب العین حاصل ہو۔ انسانی علم کے مضمرات یہ ہیں کہ ایک طرف ناظر ہو دوسری طرف منظور ہو۔ ناظر میں جاننے کی استعداد ہو اور منظور ایسا ہو جو ناظر کی استعداد سے جانا جا سکتا ہو۔
- عمل کی ابتدا جس کے لیے علم بالوحی درکار ہے۔ یقین سے ہوتی ہے انسانی علم کی ابتدا شک سے ہوتی ہے۔
- عمل میں جس کے لئے علم بالوحی نازل ہوا "ارادہ" اہم ہے اور انسانی علم میں فکر کو اہمیت حاصل ہے۔
- عمل کا وظیفہ جس کے لیے علم بالوحی نازل ہوا تخلیق ہے اور انسانی علم کا وظیفہ "توجیہہ" ہے۔
- عمل کا جائزہ حق و باطل کہہ کر لیا جاتا ہے۔ اور علم کا جائزہ صحیح اور غلط کہہ کر لیا جاتا ہے۔
- علم بالوحی احتمال خطا سے پاک ہے اور انسانی علم میں احتمال خطا موجود ہے۔

Marfat.com

- علم بالوحی وہب خالص اور فضل محض ہے۔ انسانی علم میں کسب کو دخل ہے۔
- علم بالوحی سے معاشرہ وجود میں آتا ہے انسانی علم معاشرے میں پیدا ہوتا ہے۔
- علم بالوحی جس یقین کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس کی اساس بھی مہیا کرتا ہے اور انسانی علم شک کی اساس فراہم کرتا ہے۔
- انسانی ذہن کے زائیدہ دینی فکر کی نشوونما جس مسلمہ پر مبنی ہے۔ وہ "تکمیل دین" کا خود ساختہ یہ تصور ہے کہ تکمیل دین دستور حیات یعنی فقہی نظام ہی کی تکمیل کا نام ہے اور یوں دین کی تکمیل فقہی دستور حیات تک محدود رہ جاتی ہے۔ یہ فقہا کا کارنامہ ہے۔

قرآن مجید میں حجۃ الوداع کے دن جس تکمیل کا دعویٰ ہے۔

(ترجمہ) "اب یہ کافر تمہارے دین کی طرف سے مایوس ہو گئے تو ان سے نہ ڈرو۔ اب میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند فرمایا"

(مائدہ: ۳)

میں کیا گیا ہے اس کا مفہوم تب واضح ہو گا جب یہ سمجھ میں آئے کہ کافر کس چیز سے مایوس ہوئے؟ کیسے مایوس ہوئے؟

حجۃ الوداع کے دن جب غلبہ دین حق مسلّم ہو گیا تو کافر اس بات سے مایوس ہو گئے کہ اسلام مغلوب ہو سکے گا اور کافر غالب آ سکیں گے۔ ان کی مایوسی کی وجہ یہ ہے کہ ولو کرہ المشرکون کا چیلنج پورا ہو گیا اور قرآن مجید کی جس مخصوص رہنمائی میں ولو کرہ المشرکون کے چیلنج کے پورا ہونے کی ضمانت تھی۔ اس سے مشرف فرمانا تکمیل دین ہے۔ اگر ہمیں یہ شعور ہو کہ کافروں کو ناپسند کرنے کے باوجود دین حق کا غلبہ کس ہدایت کا نتیجہ ہے تو کافروں کی مایوسی کے اعتبار سے حجۃ الوداع کے دن کی

طرح ہر یوم "الیوم" ہوگا اور دور مابعد رسالت میں بھی زوال کو عروج میں اور دین کی مغلوبیت کو غلبے میں بدلنے کی ضمانت ہوگی۔

مؤثرات زندگی اور ان کے بدل جانے کا اثر

مگر مراسم پرستی کے زاویہ نگاہ کے تابع قانون سازی کے لئے قرآن سے رہنمائی طلب کرنے والا ذہن نتیجہ خیزی کا مطالبہ اس لئے نہیں کرتا کہ وہ اوامر و نواہی کی خلاف ورزی کی صورت میں اپنے آپ کو زوال ہی کا سزاوار سمجھتا ہے۔ حالانکہ اوامر و نواہی کی خلاف ورزی مؤثرات زندگی کے بدل جانے کی صورت میں اس لئے ہوتی ہے کہ تاریخی انقلاب نے مؤثرات زندگی کی نوعیت بدل دی ہے۔

مؤثرات زندگی میں مذہب، اخلاق، علم، معاشرت، معیشت، سیاست وغیرہ داخل ہیں، تاریخی انقلاب نے مؤثرات زندگی کی نوعیت بدل دی۔ اقتدار چھن جانے سے مذہب، نظام حیات کی بجائے انفرادی نجی زندگی کا مسئلہ بن گیا اور زندگی کے تقاضے لادینی نظام سے پورے ہونے لگے۔ اخلاق مصلحت کوشی بن گیا۔ علم تمام تر حواس کے تابع متصور ہونے لگا اور صرف محسوسات کے حقیقت ہونے پر اصرار باقی رہ گیا۔ معاشرتی زندگی میں عمرانی وحدت کے شعور کی بنیاد کلمہ طیبہ کے بجائے جغرافیائی وفاداری اور وطن پرستی بن گئی۔ جس کے دائروں کا مفاد پرستی کی بنیاد پر تنگ سے تنگ تر ہوتے جانا خلاف توقع نہیں۔ معاشی انقلاب کی قیادت چھن جانے سے مخالف اسلام نظام معیشت کی پیروی لازم آگئی اور سیاسی اقتدار کا راستہ اس جمہوریت میں متصور ہونے لگا جو برطانوی استعمار کا ترکہ ہے اور ہوس اقتدار کی تسکین کا ذریعہ ہے اور اسلامی ماحول سے بالکل مختلف ماحول میں ملوکیت کے مقابلے میں عوام کے مطالبہ حقوق کے لئے جمہوریت کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے۔ جس کا موقف یہ ہے کہ اقتدار عوام کا حق ہے۔

Marfat.com

زندگی اور نصب العین کا تعلق

زندگی میں کوئی صحت مند تبدیلی نصب العین کے حوالے کے بغیر نہیں لائی جا سکتی اور نصب العین کے حصول کی جدوجہد یقین کے نہیں ہو سکتی اور ہر یقین کی ایک سنجیدہ اساس ضروری ہے۔ اس حد تک کہ جو شخص قمار خانے کے قیام سے اپنی معیشت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لئے بھی کامیابی کا یقین ضروری ہے۔ اس کے یقین کی اساس یہ ہوگی کہ جس معاشرے میں معیشت غیر یقینی ہو جائے۔ اس کے افراد میں جوا کھیلنے کا نفسیاتی میلان پیدا ہوگا مگر ہمیں یہ ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ قرآن مجید کے دعووں کی صحت کے یقین کی اساس تلاش کی جائے۔

فقہی قانون اور قانون حیات

ہمیں قرآن مجید سے قانون حیات کی جستجو کرنی چاہیئے کیونکہ وہ فقہی قانون جس سے قانون ساز مذہبی موثرات زندگی کے بدل جانے سے پہلے مسائل کامیابی سے حل کر رہا تھا۔ موثرات زندگی کے بدل جانے کے بعد مطلوبہ نتائج پیدا نہیں کر رہا کیونکہ اس قانون سے زندگی کے تقاضے پورے نہیں ہو رہے اور مذہبی ذہن کی توجہ قانون کے تقاضے پورے کرانے پر مرکوز ہے۔ مثلاً یہ کہ قانون جس کی اجازت دے اس پر عمل ہو جس کی اجازت نہ دے اس پر عمل نہ ہو جیسے سود خوری حرام ہے تو حرام ہی رہے اور زندگی کا تقاضا یہ ہے کہ تخلیقی جدوجہد میں جو تعطل ہے۔ وہ بہر طور رفع ہونا چاہیئے اگر اس کی ذمہ داری متعین نہ ہو اور پوری نہ کرائی جائے تو قانون کے تقاضے کبھی پورے نہیں ہوں گے۔

زندگی کے تین پہلو اور ان کے مسائل

زندگی کے تین پہلو ہیں، انفرادی اجتماعی اور بین الاقوامی۔ انفرادی پہلو بالفعل شعور (جبلی داعیات، طبعی خواہشات اور نفسانی تقاضوں) اور بالقوہ

Marfat.com

شعور (فجور و تقویٰ کے امتیاز، ربوبیت کے اقرار اپنے نفس کی بصیرت امانت کی ذمہ داری کے احساس) کے درمیان تضادات پر مشتمل ہے اور اجتماعی زندگی اطاعت و انحراف کے تضاد پر مشتمل ہے اور بین الاقوامی زندگی عداوت و عناد اور اس کے جوابی عمل یعنی جنگ در جنگ کا مظہر ہے۔ اندریں صورت انسانی زندگی جن مسائل سے دوچار ہے۔ وہ یہ ہیں:۔

- انفرادی زندگی میں ضبط و انقیاد کیسے پیدا ہو؟
- اخلاقی کمال کیسے حاصل ہو؟
- انسانی ماحول ایک اخلاقی نظام میں کیسے تبدیل ہو؟
- اس کے شعور مذہبی میں مضمر اجابت و دعا کی تمنا کیسے پوری ہو؟
- اسے خدا سے ہم کلامی کیسے میسر آئے؟
- اسے اللہ تعالیٰ کی حضوری کے شعور میں دوام و استمرار کیسے نصیب ہو؟
- افراد کے درمیان کشمکش سے نجات کیسے ملے؟
- فرد معاشرے کی مضرت سے اور معاشرہ فرد کی آزار رسانی سے کیونکر محفوظ رہے؟
- قوموں کی عداوت، ریاستوں کے عناد اور تہذیبوں کی معاندانہ کشمکش کا تدارک کیسے کیا جائے؟

قرآن اور مسائل حیات

ان مسائل کو حل کرنے میں رہنمائی دینے کے لئے قرآن کا دعویٰ ہے کہ اس کا مبدا وحی ہے قرآنی وحی نظام تکوین میں مضمر غایات تک پہنچنے کی ہدایت پر مشتمل ہے۔ پیغمبرانہ وحی کسی انسانی استعداد کا نام نہیں بلکہ وہب مجرد، بذل صرف اور فضل محض کی حیثیت رکھتی ہے۔

"اور اللہ نے تم پر کتاب و حکمت نازل فرمائی اور تمہیں وہ چیز سکھائی جو

Marfat.com

تم نہیں جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے"۔ (النساء ۱۳)

قرآن مجید زندگی کے انفرادی پہلو کی اصلاح رضائے الٰہی کو نصب العین بنا کر اسے حاصل کرنے کی جدوجہد سے کرتا ہے اور اجتماعی زندگی کی اصلاح ایک ایسے معاشرے کو نصب العین قرار دے کر اس کے حصول کی جدوجہد سے کرتا ہے جو نوعِ انسانی کی وحدت کے تصور پر مبنی ہو۔ اخلاقی جدوجہد کرنے والے اور روحانی الذہن افراد پر مشتمل ہو جن کی جدوجہد کا رخ یہ ہو کہ فرد اور معاشرہ ہر قسم کے خوف اور غم سے محفوظ رہیں اور بین الاقوامی زندگی کی اصلاح دین حق کو بین الاقوامی سطح پر غالب کرنے کی جدوجہد سے کرنا چاہتا ہے۔

قرآنی وحی سے صرف زندگی کی ہر سطح کے نصب العین کا تعین ہی نہیں ہوتا بلکہ ایسا لائحہ عمل بھی میسر آتا ہے جس سے نصب العین حاصل ہو کر رہے۔

مراسم پرستی کے نتائج

قرآن مجید کو مراسم پرستی کے زاویہ نگاہ کے تابع تصور کر کے اس کا مطالعہ کیا جائے تو جو نتائج مرتب ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ:-

عبادات جن کی حیثیت ذریعہ کی تھی۔ مقصود بالذات بن گئیں اور معنی اور مقصود کبھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ جیسے دولت آسائش کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔ مگر جب دولت مقصود بالذات بن جائے۔ جیسے بخیل کی زندگی پر اثرات مرتب نہیں ہوتے تو مایوسی غالب آجاتی ہے اور ہر کامیابی آخرت پر ملتوی کر دی جاتی ہے۔ قانون ساز مذہبی ذہن یہ نہیں چاہتا کہ جو قانونی نظام موثرات زندگی میں تبدیلی آنے سے پہلے وضع کیا گیا تھا۔ وہ موثراتِ زندگی کے بدل جانے کی صورت میں بے نتیجہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس پر عمل نہیں ہو سکتا اور قانون پر عمل پیرا نہ رہنے کی بنا پر مذہبی ذہن اپنے آپ کو خطا کاری کی بنیاد پر زوال میں مبتلا رہنے کا سزاوار سمجھتا

Marfat.com

خورد فجور و تقویٰ کے امتیاز، ربوبیت کے اقرار اپنے نفس کی بصیرت امانت کی
ہ داری کے احساس) کے درمیان تضادات پر مشتمل ہے اور اجتماعی زندگی اطاعت و
حراف کے تضاد پر مشتمل ہے اور بین الاقوامی زندگی عداوت و عناد اور اس کے جوا بی
مل یعنی جنگ در جنگ کا مظہر ہے۔ اندریں صورت انسانی زندگی جن مسائل سے
وچار ہے۔ وہ یہ ہیں:۔

- انفرادی زندگی میں ضبط و انقیاد کیسے پیدا ہو؟
- اخلاقی کمال کیسے حاصل ہو؟
- انسانی ماحول ایک اخلاقی نظام میں کیسے تبدیل ہو؟
- اس کے شعور مذہبی میں مضمر اجابت و دعا کی تمنا کیسے پوری ہو؟
- اسے خدا سے ہم کلامی کیسے میسر آئے؟
- اسے اللہ تعالیٰ کی حضوری کے شعور میں دوام و استمرار کیسے نصیب ہو؟
- افراد کے درمیان کشمکش سے نجات کیسے ملے؟
- فرد معاشرے کی مضرت سے اور معاشرہ فرد کی آزار رسانی سے کیونکر محفوظ رہے؟
- قوموں کی عداوت، ریاستوں کے عناد اور تہذیبوں کی معاندانہ کشمکش کا تدارک کیسے کیا جائے؟

قرآن اور مسائل حیات

ان مسائل کو حل کرنے میں رہنمائی دینے کے لئے قرآن کا دعویٰ ہے کہ اس کا مبدا وحی ہے قرآنی وحی نظام تکوین میں مضمر غایات تک پہنچانے کی ہدایت پر مشتمل ہے۔ پیغمبرانہ وحی کسی انسانی استعداد کا نام نہیں بلکہ وہب مجرد، بذل صرف اور فضل محض کی حیثیت رکھتی ہے۔

"اور اللہ نے تم پر کتاب و حکمت نازل فرمائی اور تمہیں وہ چیز سکھائی جو

Marfat.com

تم نہیں جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔" (النساء : ۱۲)

قرآن مجید زندگی کے انفرادی پہلو کی اصلاح رضائے الٰہی کو نصب العین بنا کر اسے حاصل کرنے کی جدوجہد سے کرتا ہے اور اجتماعی زندگی کی اصلاح ایک ایسے معاشرے کو نصب العین قرار دے کر اس کے حصول کی جدوجہد سے کرتا ہے جو نوعِ انسانی کی وحدت کے تصور پر مبنی ہو۔ اخلاقی جدوجہد کرنے والے اور روحانی الذہن افراد پر مشتمل ہو جن کی جدوجہد کا رخ یہ ہو کہ فرد اور معاشرہ ہر قسم کے خوف اور غم سے محفوظ رہیں اور بین الاقوامی زندگی کی اصلاح دین حق کو بین الاقوامی سطح پر غالب کرنے کی جدوجہد سے کرنا چاہتا ہے۔

قرآنی وحی سے صرف زندگی کی ہر سطح کے نصب العین کا تعین ہی نہیں ہوتا بلکہ ایسا لائحہ عمل بھی میسر آتا ہے جس سے نصب العین حاصل ہو کر رہے۔

مراسم پرستی کے نتائج

قرآن مجید کو مراسم پرستی کے زاویہ نگاہ کے تابع تصور کر کے اس کا مطالعہ کیا جائے تو جو نتائج مرتب ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ :-

عبادات جن کی حیثیت ذریعہ کی تھی۔ مقصود بالذات بن گئیں اور معنی اور مقصد کبھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ جیسے دولت آسائش کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہے مگر جب دولت مقصود بالذات بن جائے۔ جیسے بخیل کی زندگی پر اثرات مرتب نہیں ہوتے تو مایوسی غالب آجاتی ہے اور ہر کامیابی آخرت پر ملتوی کر دی جاتی ہے قانون ساز مذہبی ذہن یہ نہیں چاہتا کہ جو قانونی نظام موثرات زندگی میں تبدیلی آنے سے پہلے وضع کیا گیا تھا وہ موثراتِ زندگی کے بدل جانے کی صورت میں بے معنی ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس پر عمل نہیں ہو سکتا اور قانون پر عمل پیرا نہ رہنے کی بنا پر مذہبی ذہن اپنے آپ کو خطاکاری کی بنیاد پر زوال میں مبتلا رہنے کا سزاوار

Marfat.com

تمام وہ ماورائی حقائق جن کا یقین تجربی توثیق و شہادت سے حاصل ہونا چاہیئے انہیں دلائل سے ثابت کرنے کی احتیاج پیدا ہوتی ہے۔ حالانکہ دلائل یقین مہیا نہیں کر سکتے لہٰذا مذاہب کی حیثیت مردہ مابعد الطبعیات اور مردہ رسوم پر مشتمل مذہب کے بالمقابل جب جدید تحریکات سے متاثر نوجوان اپنی جدوجہد میں اس لئے کامیاب ہوتے ہیں کہ حصول مقصد کی راہ میں مزاحمت کی، مزاحمت ان کے عمل کو کائناتی قانون نشوونما سے سازگار بنا دیتی ہے اور مذہبی ذہن جس مسابقت سے دوچار ہوتا ہے۔ وہ کافرانہ یقین اور مذہبی بے یقینی کے درمیان واقع ہوتی ہے تو مذہبی ذہن رواداری کی خاطر انتہائی متضاد موقف سے سازگاری پیدا کر کے ایک طرف کائناتی قانون سے انحراف کی راہ اختیار کر کے ناکامی سے دوچار ہوتا ہے۔

دوسری طرف اپنے اسلام دشمن حریفوں کو باور کراتا ہے کہ اس کے پاس اپنے مسائل کا حل ہوتا تو اپنے مخالفین سے ہم آہنگی پیدا کر کے اپنے موقف سے منحرف نہ ہوتا۔ یہ ہے وہ نفسیاتی کیفیت جس میں مبتلا ہو کر مذہبی ذہن جن مسائل کو اسلام کے خلاف واقعتاً چیلنج سمجھتا ہے ان کا جواب دینے سے قاصر رہتا ہے۔

یقین اور ایمان

یقین وجود کے ہونے کا یقین ہے۔ جس کے تین مدارج ہیں۔ علم الیقین جیسے دھوئیں سے آگ کے وجود کا یقین عین الیقین جیسے آگ کو دیکھ کر اس کے وجود کا یقین۔

حق الیقین جیسے آگ سے جل کر اس کے وجود کا یقین ایمان ایک ایسا ہے جو مصالح عملی پر مبنی ہے۔ اس کی دو حیثیتیں ہیں:

ایمان بالغیب اور ماورائی حقائق پر ایمان۔ ایمان بالغیب ان تمام پر ایمان ہے جو ابھی غیب میں ہیں۔ یہ ایمان جدوجہد سے پہلے درکار ہے۔ اس کے بغیر کسی نصب العین کے لئے سر دھڑ کی بازی نہیں لگائی جا سکتی۔ اس کی اساس

Marfat.com

مہیا ہوا اس میں رسوخ پیدا ہوتا ہے .... لا تھنوا ولا تحزنوا انتم الاعلو
ان کنتم مومنین میں اسی ایمان کا مطالبہ ہے۔ ایمان بالغیب حق کے غالب
باطل کے مغلوب ہو کر رہنے پر ایمان ہے۔ غایت تخلیق، غایت بعثت اور غایت
نزول وحیِ قرآنی کا ایک ہی غایت ہونا اور کائناتی قوانین جو نظام تکوین میں مضم
ہیں۔ ایمان بالغیب کی اساس ہیں۔

ماورائی حقائق

اختیار، حیات بعد الموت کائنات کا اپنی ساخت میں
انسان کی کامیابی سے سازگار ہونا اور وجود باری کا مجتمع
کمال ہونا ماورائی حقائق ہیں۔ یہ ایمان کے مصداق ہیں علم کے نہیں۔ ان کا علم ممکن
نہیں۔ کیونکہ علم یقینی کے شرائط (مضمرات) کہ ایک طرف ناظر ہو دوسری طرف
منظور ہو، ناظر میں علم کی استعداد ہو۔ اور منظور ایسا ہو جسے ناظر کی استعداد
جانا جا سکے۔ ماورائی حقائق کا علم جس وجہ سے ناممکن ہے۔ وہ یہ ہے کہ علم کی
استعداد (حواس اور عقل) ناظر میں پائی جاتی ہے۔ اس کے ذریعے ماورائی
جانے نہیں جا سکتے۔ اگر ماورائی حقیقت جانی نہ جا سکے تو اس کے وجود کا انکار لازم نہیں
آتا۔ جن لوگوں نے مابعد الطبعی حقیقت کے علم کے انکار کو اس کے وجود کا انکار
کر اس کے علم پر اصرار کیا ہے اور "جاننے" اور "ماننے" میں امتیاز ملحوظ نہیں رکھا۔ انہ
نے جاننے کی آرزو میں یہ غور کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا کہ "ماننے" کی اساس کیا ہے
ماورائی حقائق کا جاننا اس لئے ضروری ہے کہ "اختیار" کے بغیر نیکی
کی ذمہ داری تصور نہیں ہوتی۔ پسندیدہ اور ناپسندیدہ میں امتیاز بے معنی ہو کر رہ
ہے۔ حالانکہ انسان ذمہ داری کے احساس اور پسندیدہ اور ناپسندیدہ کے امتیا
دستبردار ہونے کو تیار نہیں۔

حیات بعد الموت کا انکار اس لئے نہیں ہو سکتا کہ ظالموں اور غاصبوں

Marfat.com

تمام وہ ماورائی حقائق جن کا یقین تجربی توثیق و شہادت سے حاصل ہونا چاہیئے انہیں دلائل سے ثابت کرنے کی احتیاج پیدا ہوتی ہے۔ حالانکہ دلائل یقین مہیا نہیں کر سکتے لہٰذا مذاہب کی حیثیت مردہ مابعد الطبعیات اور مردہ رسوم پر مشتمل مذہب کے بالمقابل جب جدید تحریکات سے متاثر نوجوان اپنی جدوجہد میں اس لئے کامیاب ہوتے ہیں کہ حصول مقصد کی راہ میں مزاحمت کی، مزاحمت ان کے عمل کو کائناتی قانون نشوونما سے سازگار بنا دیتی ہے اور مذہبی ذہن جس مسابقت سے دوچار ہوتا ہے۔ وہ کافرانہ یقین اور مذہبی بے یقینی کے درمیان واقع ہوتی ہے تو مذہبی ذہن رواداری کی خاطر انتہائی متضاد موقف سے سازگاری پیدا کر کے ایک طرف کائناتی قانون سے انحراف کی راہ اختیار کر کے ناکامی سے دوچار ہوتا ہے۔
دوسری طرف اپنے اسلام دشمن حریفوں کو باور کراتا ہے کہ اس کے پاس اپنے مسائل کا حل ہوتا تو اپنے مخالفین سے ہم آہنگی پیدا کر کے اپنے موقف سے منحرف نہ ہوتا۔ یہ ہے وہ نفسیاتی کیفیت جس میں مبتلا ہو کر مذہبی ذہن جن مسائل کو اسلام کے خلاف واقعتاً چیلنج سمجھتا ہے ان کا جواب دینے سے قاصر رہتا ہے۔

یقین اور ایمان

یقین وجود کے ہونے کا یقین ہے۔ جس کے تین مدارج ہیں:۔
علم الیقین جیسے دھوئیں سے آگ کے وجود کا یقین عین الیقین جیسے آگ کو دیکھ کر اس کے وجود کا یقین۔
حق الیقین جیسے آگ سے جل کر اس کے وجود کا یقین ایمان ایک ایسا ہے جو مصالح عملی پر مبنی ہے۔ اس کی دو حیثیتیں ہیں:۔
ایمان بالغیب اور ماورائی حقائق پر ایمان۔ ایمان بالغیب ان نتائج پر ایمان ہے جو ابھی غیب میں ہیں۔ یہ ایمان جدوجہد سے پہلے درکار ہے۔ اس کے بغیر کسی نصب العین کے لئے سر دھڑ کی بازی نہیں لگائی جا سکتی۔ اس کی اساس

Marfat.com

مہیا ہوا اس میں رسوخ پیدا ہوتا ہے ... لا تھنوا ولا تحزنوا انتم الاعلون ان کنتم مومنین میں اسی ایمان کا مطالبہ ہے۔ ایمان بالغیب حق کے غالب اور باطل کے مغلوب ہو کر رہنے پر ایمان ہے۔ غایت تخلیق، غایت بعثت اور غایت نزول وحیِ قرآنی کا ایک ہی غایت ہونا اور کائناتی قوانین جو نظام تکوین میں مضمر ہیں۔ ایمان بالغیب کی اساس ہیں۔

ماورائی حقائق

اختیار، حیات بعد الموت کائنات کا اپنی ساخت میں انسان کی کامیابی سے سازگار ہونا اور وجود باری کا مجتمع صفات کمال ہونا ماورائی حقائق ہیں۔ یہ ایمان کے مصداق ہیں علم کے نہیں۔ ان کا علم ممکن نہیں۔ کیونکہ علم یقینی کے شرائط (مضمرات) کہ ایک طرف ناظر ہو دوسری طرف منظور ہو، ناظر میں علم کی استعداد ہو۔ اور منظور ایسا ہو جسے ناظر کی استعداد سے جانا جا سکے۔ ماورائی حقائق کا علم جس وجہ سے ناممکن ہے۔ وہ یہ ہے کہ علم کی جو استعداد (حواس اور عقل) ناظر میں پائی جاتی ہے۔ اس کے ذریعے ماورائی حقائق جانے نہیں جا سکتے۔ اگر ماورائی حقیقت جانی نہ جا سکے تو اس کے وجود کا انکار لازم نہیں آتا۔ جن لوگوں نے مابعد الطبعی حقیقت کے علم کے انکار کو اس کے وجود کا انکار سمجھ کر اس کے علم پر اصرار کیا ہے اور "جاننے" اور "ماننے" میں امتیاز ملحوظ نہیں رکھا۔ انہوں نے جاننے کی آرزو میں یہ غور کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا کہ "ماننے" کی اساس کیا ہوگی

ماورائی حقائق کا جاننا اس لئے ضروری ہے کہ "اختیار" کے بغیر نیکی اور بدی کی ذمہ داری تصور نہیں ہوتی۔ پسندیدہ اور ناپسندیدہ میں امتیاز بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ حالانکہ انسان ذمہ داری کے احساس اور پسندیدہ اور ناپسندیدہ کے امتیاز سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں۔

حیات بعد الموت کا انکار اس لئے نہیں ہو سکتا کہ ظالموں اور غاصبوں کے

Marfat.com

علاوہ کوئی شخص اس پر راضی نہیں ہو سکتا کہ نیکی بغیر اجر کے، بدی بغیر مکافات عمل کے اور ظلم بغیر دادرسی کے برباد ہو جائے۔

اگر کائنات کے اپنی ساخت میں انسان کی کامیابی سے سازگار ہونے کا انکار کیا جائے تو اختیار اور حیات بعد الموت کو تسلیم کر کے بھی انسان کی روحانی تمنائیں پوری نہیں ہو سکتیں۔ علم باوحی سے شعور انسانی کے ان مطالبات کی توثیق ہوتی ہے۔

ایمان باللہ کا مفہوم

ایمان باللہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کائنات میں اللہ کی ایک ذات، اس کی ایک طاقت، اس کا ایک نظام، اور اس کا ایک قانون ہی مؤثر ہے۔ مگر جب تک حق و باطل کی کشمکش غلبۂ حق کی صورت میں انجام کو نہ پہنچے۔ نہ تو باطل کے وجود کا انکار ہو سکتا ہے نہ اس کے مؤثر ہونے کا۔ ایمان باللہ کی اساس یہ ہے کہ جبلی داعیات پر ایمان باللہ کے غالب آجانے سے تجربی توثیق میسر ہو اور طبعی خواہشات پر یہ تاریخی تجربہ غالب آجائے کہ کامیابی ضبط و انقیاد سے حاصل ہوتی تھی اور نفسیاتی تقاضوں پر شعور کا یہ تقاضا غالب آجائے کہ ہر کامیابی کیلئے اخلاقی فضائل ضروری ہیں۔

ماورائی حقائق کو علم کا موضوع بنانے کا اثر

اگر ماورائی حقائق کو علم کا موضوع بنانے کی سعی کی جائے گی تو ان کا اثبات عملی زندگی پر اثر انداز نہ رہ سکے گا کیونکہ علم کی آرزو میں نتائج سے توجہ ہٹ جائے گی اور قضیہ ایمانیہ کے عملی مصالح پر مبنی ہونے کی بنیاد باقی نہ رہے گی۔

ماورائی حقائق کا اثبات انسان کے لاشعور میں موجود ہے۔ جس کی طرف اس آیت پاک میں اشارہ ہے۔ وفی انفسکم افلا تبصرون۔

فجور و تقوے کا امتیاز جو انسان کے شعور میں ودیعت کیا گیا ہے الھمھا فجورھا

وتقواھا۔ اور ربوبیت کا اقرار است وبکم قالو ابلیٰ اور اپنے نفس کی بصیرت ھل الانسان علیٰ نفسہ بصیرا اور امانت کی ذمہ داری کا احساس انا عرضنا الامانۃ الخ ایسی استعدادیں ہیں، جن پر انسان کی بالقوہ فطرت مشتمل ہے۔ لیکن ان کی نشوونما نہ ہوسکے۔ اور یہ ایک زندہ طاقت میں تبدیل ہوکر انسان کی بالفعل فطرت یعنی جبلی داعیات، طبعی خواہشات اور نفسانی تقاضوں کو منضبط اور منقاد نہ بنا سکے، تو اس کا وجود عدم برابر رہتا ہے اور انبیاء کی بعثت کا مقصود یہی رہا ہے کہ بالفعل فطرت کو منضبط و منقاد بنایا جائے۔

اگر حق و باطل کی کشمکش کے غلبۂ حق کی صورت میں اتمام کو پہونچنے سے پہلے اعصاب تھک جائیں اور تناؤ (TENSION) کو برداشت کرنے کی طاقت نہ رہے تو اس موقف میں پناہ لینا ضروری ہوجاتا ہے کہ "سب یار کا جلوہ ہے۔ کعبہ ہو کہ بت خانہ"، حالانکہ ایمان باللہ کی اساس کی جستجو کی جاتی تو حق و باطل میں سازگاری کی ضرورت نہیں رہتی۔

کائناتی قوانین

اگر ہم نے قرانی وحی سے فقہی قانون سازی کے ساتھ ان کائناتی قوانین کی جستجو بھی کی ہوتی جن سے سازگار ہوئے بغیر کوئی نظام قانون مؤثر نہیں ہوسکتا تو قرانی وحی میں کامیابی کی ضمانت کا اعتماد ہرگز مضمحل نہ ہوتا۔ وہ کائناتی قوانین جن کی ترجمانی اور خاصیت اور وظیفہ قرآن ہی سے معلوم ہونا چاہیئے تھا، یہ ہیں:۔

(۱) کائناتی قانون نشوونما جس کی نشاندہی اس آیت میں کی گئی ہے جعلنا لکل نبی عدواً من المجرمین۔ یہ قانون مزاحمت اور مزاحمت کا قانون ہے۔ اس کا وظیفہ مقصد کے قریب تر کرتے جانا ہے۔

(۲) تاریخی قانون نے تضاد۔ جس کی تشکیل یہ ہے کہ دو گروہ ہوں۔

Marfat.com

علاوہ کوئی شخص اس پر راضی نہیں ہوسکتا کہ نیکی بغیر اجر کے، بدی بغیر مکافات عمل کے اور ظلم بغیر دادرسی کے برباد ہو جائے۔

اگر کائنات کے اپنی ساخت میں انسان کی کامیابی سے سازگار ہونے کا انکار کیا جائے تو اختیار اور حیات بعد الموت کو تسلیم کر کے بھی انسان کی روحانی تمنائیں پوری نہیں ہوسکتیں۔ علم باوجی سے شعور انسانی کے ان مطالبات کی توثیق ہوتی ہے۔

ایمان باللہ کا مفہوم

ایمان باللہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کائنات میں اللہ کی ایک ذات، اس کی ایک طاقت، اس کا ایک نظام، اور اس کا ایک قانون ہی مؤثر ہے۔ مگر جب تک حق و باطل کی کشمکش غلبۂ حق کی صورت میں انجام کو نہ پہنچے۔ نہ تو باطل کے وجود کا انکار ہو سکتا ہے نہ اس کے مؤثر ہونے کا۔ ایمان باللہ کی اساس یہ ہے کہ جبلی داعیات پر ایمان باللہ کے غالب آجانے سے تجربی توثیق میسر ہو اور طبعی خواہشات پر یہ تاریخی تجربہ غالب آجائے کہ کامیابی ضبط و انقیاد سے حاصل ہوتی تھی اور نفسیاتی تقاضوں پر شعور کا یہ تقاضا غالب آجائے کہ ہر کامیابی کیلئے اخلاقی فضائل ضروری ہیں۔

ماورائی حقائق کو علم کا موضوع بنانے کا اثر

اگر ماورائی حقائق کو علم کا موضوع بنانے کی سعی کی جائے گی تو ان کا اثبات عملی زندگی پر اثر انداز نہ رہ سکے گا کیونکہ علم کی آرزو میں نتائج سے توجہ ہٹ جائے گی اور قضیہ ایمانیہ کے عملی مصالح پر مبنی ہونے کی بنیاد باقی نہ رہے گی۔

ماورائی حقائق کا اثبات انسان کے لاشعور میں موجود ہے۔ جس کی طرف اس آیت پاک میں اشارہ ہے۔ وفی انفسکم افلا تبصرون۔

فجور و تقوے کا امتیاز جو انسان کے شعور میں ودیعت کیا گیا ہے الہمہا فجورہا

وتقواھا۔ اور ربوبیت کا اقرار است وبکم قالوا بلیٰ اور اپنے نفس کی بصیرت
ھل الانسان علیٰ نفسہ بصیرا اور امانت کی ذمہ داری کا احساس انا عرضنا الا
الخ ایسی استعدادیں ہیں، جن پر انسان کی بالقوہ فطرت مشتمل ہے۔ لیکن ان کی
نشوونما نہ ہوسکے۔ اور یہ ایک زندہ طاقت میں تبدیل ہوکر انسان کی بالفعل فطرت
یعنی جبلی داعیات، طبعی خواہشات اور نفسانی تقاضوں کو منضبط اور منقاد نہ
سکے، تو اس کا وجود وعدم برابر رہتا ہے اور انبیاء کی بعثت کا مقصود یہی رہا ہے
کہ بالفعل فطرت کو منضبط ومنقاد بنایا جائے۔

اگر حق وباطل کی کشمکش کے غلبۂ حق کی صورت میں اتمام کو پہونچنے سے پہلے
اعصاب تھک جائیں اور تناؤ (TENSION) کو برداشت کرنے کی طاقت
نہ رہے تو اس موقف میں پناہ لینا ضروری ہوجاتا ہے کہ "سب یار کا جلوہ
کعبہ ہو کہ بت خانہ" حالانکہ ایمان باللہ کی اساس کی جستجو کی جاتی تو حق وباطل
میں سازگاری کی ضرورت نہیں رہتی۔

کائناتی قوانین

اگر ہم نے قرآنی وحی سے فقہی قانون سازی کے ساتھ
کائناتی قوانین کی جستجو بھی کی ہوتی جن سے سازگار
بغیر کوئی نظام قانون مرتب نہیں ہوسکتا تو قرآنی وحی میں کامیابی کی ضمانت
ہرگز مضمحل نہ ہوتا۔ وہ کائناتی قوانین جن کی ترجمانی اور خاصیت اور وظیفہ قرآن
ہی سے معلوم ہونا چاہیئے تھا، یہ ہیں:-

(۱) کائناتی قانون نشوونما جس کی نشاندہی اس آیت میں کی گئی ہے
جعلنا لکل نبی عدواً من المجرمین۔ یہ قانون مزاحمت
مزاحمت کا قانون ہے۔ اس کا وظیفہ مقصد کے قریب تر کرنا ہے۔

(۲) تاریخی قانون نے تضاد جس کی تشکیل یہ ہے کہ دو گروہ ہوں۔

حزب اللہ	حزب الشیطان	اصحابِ یمین	اصحابِ شمال
اہل الجنہ	اہل النار	اصحابِ میمنہ	اصحابِ مشمئہ
اصحاب حق	اصحابِ باطل	خیر البریہ	شر البریہ

ان کی دو وفاداریاں ہوں :-

ایمان اور کفر اور حق اور باطل کی ۔

ان کے دو اجتماعی منظم ارادے ہوں :-

حق کی حمایت میں اور باطل کی حمایت میں ۔

ان دو منظم اجتماعی ارادوں کے درمیان تصادم ہو یعنی جماعت اسلام اور جماعت کفر کے درمیان ان کے پروگرام ہوں ۔

ایک نفع بخشی، فیض رسانی اور نشوونما دینے کا ۔ دوسرا مفاد پرستی کی بنا پر نفع بخشی کو روکنے کا ۔ اس قانون کا وظیفہ احقاق حق اور ابطال باطل کے نتائج متعین کرنا ہے ۔ یہی قانون ایسے ماورائی قانون سعادت و شقاوت پر عمل کرنے کا محرک ہے جس کو کوئی شیطانی طاقت اور کوئی مفاد پرست جماعت کبھی شکست نہ دے سکتی ہو جس کی تشکیل یہ ہے :-

"یقیناً وہ فلاح پاگیا جو حرص و لالچ سے پاک ہوا کیونکہ وہی نشوونما پاکر کامیاب ہوگا"

(یقیناً وہ تباہ ہوگیا جس نے اپنے نفس کو حرص اور لالچ میں مبتلا رکھا)

حرص اور لالچ میں مبتلا ہونے کا لازمی نتیجہ مزعومہ مفاد کی خاطر نشوونما فیض رسانی اور نفع بخشی کو روکنا ہے ۔ ان قوانین کی خاصیت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے :-

Marfat.com

"اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے"
"اور تم کبھی نہ دیکھو گے کہ اللہ کی سنت کو اس کے مقررہ راستے سے کوئی طاقت پھیر سکتی ہے"

اقتدار کیوں عطا کیا جاتا ہے اور کیوں واپس لیا جاتا ہے؟

"اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں ایک دوسرے کا جانشین بنایا اور ایک کے درجے دوسرے پر بلند کئے تاکہ جو کچھ اس نے تمہیں بخشا ہے اس میں تم کو آزمائے۔ بے شک تیرا رب جلد پاداش عمل دینے والا بھی ہے اور وہ بخشنے والا۔ اور مہربان بھی ہے" (انعام آیت ۱۶۵)

"دیکھو! تم لوگوں کو دعوت دی جا رہی ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو۔ اس پر تم میں سے کچھ لوگ ہیں جو بخل کر رہے ہیں۔ حالانکہ جو بخل کرتا ہے وہ درحقیقت اپنے آپ ہی سے بخل کر رہا ہے۔ اللہ تو غنی ہے۔ تم ہی اس کے محتاج ہو۔ اگر تم منہ موڑو گے تو اللہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئیگا۔ اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے"

نہ ماننے والے کامیاب کیوں، اور ماننے والوں کی ناکامی کیوں

اگر تاریخی کشمکش میں پیغمبرانہ تعلیم سے انحراف والوں کے طرز عمل میں نادانستہ بھی نفع بخشی کا پہلو ہمارے طرز عمل سے زیادہ ہو تو ان کا طرز مثبت سے سازگار ہونے کی بنا پر ان کے حق میں نتائج پیدا کرتا ہے۔ ہم اپنی ناکامی کی توجیہہ نہ کر سکنے کی بنا پر بے یقینی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اقوام عالم کی کسی قوم کا عروج و زوال ایسا نہیں جس کی توجیہہ ان کائناتی قوانین کے حوالے سے نہ کی جا سکتی ہو۔ اگر

Marfat.com

زب اللہ	حزب الشیطان	اصحابِ یمین	اصحابِ شمال
الجنہ	اہل النار	اصحابِ میمنہ	اصحابِ مشئمہ
اب حق	اصحابِ باطل	خیر البریہ	شر البریہ

کی دو وفاداریاں ہوں :-

ایمان اور کفر اور حق اور باطل کی ۔

کے دو اجتماعی منظم ارادے ہوں :-

حق کی حمایت میں اور باطل کی حمایت میں ۔

ان دو منظم اجتماعی ارادوں کے درمیان تصادم ہو یعنی جماعت اسلام اور
عت کفر کے درمیان ان کے پروگرام ہوں ۔

ایک نفع بخشی، فیض رسانی اور نشوونما دینے کا ۔ دوسرا مفاد پرستی کی بنا پر نفع
ی کو روکنے کا ۔ اس قانون کا وظیفہ احقاق حق اور ابطال باطل کے نتائج
عین کرنا ہے ۔ یہی قانون ایسے ماورائی قانون سعادت و شقاوت پر عمل کرنے
محرک ہے جس کو کوئی شیطانی طاقت اور کوئی مفاد پرست جماعت کبھی شکست
دے سکتی ہو جس کی تشکیل یہ ہے :-

"یقیناً وہ فلاح پاگیا جو حرص و لالچ سے پاک ہوا کیونکہ وہی نشوونما
پاکر کامیاب ہوگا"

(یقیناً وہ تباہ ہوگیا جس نے اپنے نفس کو حرص اور لالچ میں مبتلا رکھا)

حرص اور لالچ میں مبتلا ہونے کا لازمی نتیجہ مزعومہ مفاد کی خاطر نشوونما فیض رسانی
اور نفع بخشی کو روکنا ہے ۔ ان قوانین کی خاصیت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے :-

Marfat.com

"اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے"
"اور تم کبھی نہ دیکھو گے کہ اللہ کی سنت کو اس کے مقررہ راستے سے کوئی طاقت پھیر سکتی ہے"

اقتدار کیوں عطا کیا جاتا ہے اور کیوں واپس لیا جاتا ہے؟

"اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں ایک دوسرے کا جانشین بنایا اور ایک کے درجے دوسرے پر بلند کئے تاکہ جو کچھ اس نے تمہیں بخشا ہے اس میں تم کو آزمائے۔ بے شک تیرا رب جلد پاداش عمل دینے والا بھی ہے اور وہ بخشنے والا۔ اور مہربان بھی ہے" (انعام آیت ۱۶۵)

"دیکھو! تم لوگوں کو دعوت دی جا رہی ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو۔ اس پر تم میں سے کچھ لوگ ہیں جو بخل کر رہے ہیں۔ حالانکہ جو بخل کرتا ہے وہ درحقیقت اپنے آپ ہی سے بخل کر رہا ہے۔ اللہ تو غنی ہے۔ تم ہی اس کے محتاج ہو۔ اگر تم منہ موڑو گے تو اللہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئیگا۔ اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے"

نہ ماننے والے کامیاب کیوں، اور ماننے والوں کی ناکامی کیوں

اگر تاریخی کشمکش میں پیغمبرانہ تعلیم سے انحراف والوں کے طرزِ عمل میں نادانستہ بھی نفع بخشی کا پہلو ہمارے طرزِ عمل سے زیادہ ہو تو ان کا طرزِ عمل مثبت سے سازگار ہونے کی بنا پر ان کے حق میں نتائج پیدا کرتا ہے۔ ہم اپنی ناکامی کی توجیہہ نہ کر سکنے کی بنا پر بے یقینی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اقوامِ عالم کی کسی قوم کا عروج و زوال ان میں جس کی توجیہہ ان کا سماجی قوانین کے حوالے سے نہ کی جا سکتی ہو۔ اگر

Marfat.com

جائزہ اس اصول کے تحت لیں کہ قانون سازی سے زندگی کے تقاضوں کی تکمیل نہ ہو
ہی ہو تو ضروری ہوگا کہ زندگی کے تقاضوں کی تکمیل کی راہ قرآنی وحی سے طلب کی جائے
مگر اس کی احتیاج قانون ساز مذہبی ذہن نے ابھی تک محسوس نہیں کی۔

خلافتِ ارضی

اگر ہم نے خلافتِ ارضی کو قبل از مرگِ زندگی میں سیاسی اور معاشی نشوونما دینے کی نیابت سمجھا ہوتا اور احساسِ شکست خوردگی کے تحت اللہ تعالیٰ کی کامیابی کو بھی آخرت پر بھی ملتوی نہ کر دیا ہوتا تو ہم کبھی ان معترضانہ سوالات سے مضمحل ہو کر اسلام کی نتیجہ خیزی کے باب میں مایوسی کا شکار نہ ہوتے۔

مگر ہوا یہ کہ ہم نے غور و فکر سے اس مایوسی کی بنا پر کنارہ کشی اختیار کر لی کہ جب کیے سے کچھ ہو نہیں سکتا تو سوچنے سے کیا فائدہ!!

اسلامک ریسرچ کی ضرورت

ہمارے ملک میں مستشرقین کی ذہنیت کی بدولت ریسرچ (RESEARCH) گورکنی اور استخوان فروشی میں تبدیل ہو کر رہ گئی اور اسلام دشمنی کی بنا پر اسلامک ریسرچ کے اہل وہ سمجھے گئے جن کے نزدیک ہمارے زوال کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معیارِ کمال سمجھا ہے۔

ریسرچ کی اصل جگہ یونیورسٹی ہے۔ جس کا وظیفہ ہی یہ ہے کہ وہ نئے دریافت شدہ علم کی تفویض کرے۔ جو ادارہ یہ وظیفہ انجام نہ دے رہا ہو اس پر یونیورسٹی کا اطلاق لفظ یونیورسٹی کی توہین ہے مگر پاکستان کی کسی یونیورسٹی میں نہ تو پاکستان کی اسلام کی بنیاد پر تعالیٰ ترقی کیلئے جس ریسرچ کی ضرورت ہے وہ ہو رہی ہے اور نہ اس مقصد کیلئے ریسرچ ہو رہی ہے کہ وہ دینی علوم جو اس دور میں عقیم ہو گئے ہیں ان کی تلافی کیلئے قرآنی وحی کے عطا کردہ علم سے رہنمائی طلب کی جائے جس کے بغیر ہم اس بے یقینی سے نہیں نکل سکتے۔ جس نے ہمیں [redacted] یوزہ گری میں مبتلا کیا ہے۔

Marfat.com

۷۸۶

سلسلہ تصنیف و تالیف ۴۵

خدا کہاں ہے؟

معلومات افزا اور بصیرت افروز مقالات
کا نادر مجموعہ

مرتبہ
مُنشی عبدالرحمٰن خان

شائع کردہ
عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ۔ چہلیک
(فون نمبر ۳۱۶۷۵)

Marfat.com